تحقیق وتنقید

نقدِ حدیث: ضرورت و ماہیت

(ایک تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی جائزہ)

ڈاکٹر خالد ظفر اللہ داؤدی

نقدِ حدیث سے مراد بطورِ حدیثِ نبوی پیش آمدہ عبارت کی اصلیت و قطعیت کے لحاظ سے جانچ پڑتال کرنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نسبت یقینی ہے یا نہیں، نیز یہ بات شانِ نبوت اور تعلیماتِ اسلام کے مطابق ہے یا نہیں ؟ تاکہ شرحِ صدر سے مقبول ٹھہرا کر عمل پیرا ہوا جائے یا ایمان و عمل کی سلامتی کی خاطر مردود گردانتے ہوئے بالکل لائقِ التفات نہ سمجھا جائے۔

درج ذیل تین لحاظ سے نقدِ حدیث کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ نقد بلحاظ ہیئتِ حدیث

۲۔ نقد بلحاظ تعدادِ رواۃِ حدیث

۳۔ نقد بلحاظ نفسِ مضمون

۱۔ نقدِ حدیث بلحاظ ہیئتِ حدیث

ہیئتِ حدیث سے مراد حدیثِ نبوی کی ظاہری شکل ہے، جو کہ سند اور متن پر مشتمل ہوتی ہے۔ "سند پر نقد خارجی نقد اور متن پر نقد داخلی نقد"[۱] کہلاتا ہے۔

الف۔ خارجی نقد (External Criticism)

(۱) حدیث اگر بطورِ وجادۃ[۲] نقل کی جا رہی ہے تو یہ حدیث جس تحریر، صحیفہ، کتاب یا

---

[۱] محمد تقی امینی، حدیث کا درایتی معیار، قدیم کتب خانہ، کراچی، ۱۹۸۶ء ص ۱۴۸

[۲] وجادۃ سے مراد کسی محدث کی قلم بند روایات کو نقل یا بیان کرنا ہے۔

مجموعہ سے نقل ہو رہی ہے مصنف سے اس کی نسبت کا یقینی ہونا معلوم کیا جاتا ہے۔

اگر صاحبِ کتاب کی نوکِ قلم سے نکلی ہوئی تحریر مل جائے یا شاگردوں کی تحریر پر استاد کی تصدیقی مہر ثبت ہو یا پائے جانے والے قدیم ترین نسخوں کے باہمی تقابل کے بعد یکساں ثابت ہو تو پھر یہ نسبت یقینی درجے کو پہنچ جاتی ہے اور اس حدیث کی سند کو پرکھنا ایک مفیدِ مطلب کام ہو سکتا ہے۔ ورنہ کتاب کی نسبت یقینی نہ ہونے پر ایسی منقول حدیث کی سند کی پڑتال یعنی خارجی نقد کارِ عبث ہوگا۔

(۲) سندِ حدیث میں پائے جانے والے رواۃ کی دینداری کے حوالے سے عدالت، حفظ و ضبط کے اعتبار سے ثقاہت اور اتصالِ سند کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ اگر کسی قسم کا ضعف ثابت نہ ہو تو سند قابلِ اعتبار ورنہ ضعف کی بنا پر مردود ٹھہرتی ہے۔

(ب) داخلی نقد (Internal Criticism)

داخلی نقد میں ایجابی و سلبی پہلو دو لحاظ سے عقلی و نقلی معیاروں پر متنِ حدیث کو پرکھا جاتا ہے۔ اگر ان معیاروں پر متنِ حدیث پورا اترے تو مقبول ورنہ مردود ٹھہرے گا۔ نقد حدیث کا یہ انداز بھی محدثین کے ہاں قدیم سے پایا جاتا ہے۔ داخلی نقد کی بات دورِ حاضر کے متجددین و منکرین حدیث کی پیش کردہ کوئی نئی علمی دریافت نہیں ہے۔ داخلی نقد کا تاریخی تسلسل پیش کرنا مقالہ ہذا کی غرض و غایت ہے۔

۲۔ نقد بلحاظ تعداد رواۃِ حدیث

رواۃِ حدیث کی قلت و کثرت کے لحاظ سے حدیث کی دو بڑی اقسام بیان کی جاتی ہیں۔

ا۔ اگر راویانِ حدیث کی ایسی کثرت ہو کہ ان کا عقلاً جھوٹ پر اجتماع محال ہو تو ایسی حدیث "حدیثِ متواتر" کہلاتی ہے اور کثرتِ رواۃ کے کذب و خطاء کے احتمال سے مبرا ہونے کی بنا پر حدیثِ متواتر تنقید سے بالاتر ٹھہرائی جاتی ہے۔

ب۔ اگر راویانِ حدیث کی تعداد محدود ہو اور عقلاً یا عادتاً ان کا جھوٹ پر اتفاق ممکن ہو تو ایسی حدیث "خبرِ واحد" کہلاتی ہے۔ خبرِ واحد سنداً یا متناً نقدِ حدیث کا ہدف ٹھہرتی ہے۔

۳۔ نقد بلحاظ نفسِ مضمون

زیر بحث متنِ حدیث کو نبوی یا وضعی ہونے کے پہلو سے پرکھنا اور اس کی سند و متن پر محدثین کی بحثوں میں پڑے بغیر بعض ایسے عقلی و درایتی معیاروں پر پرکھنا جن سے یہ ثابت ہو کہ آیا یہ متن واقعتاً، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہ نقد اوپر ذکر کردہ داخلی نقد کی ہی ایک شکل ہے۔ اس کے ساتھ خارجی نقد کو زیر بحث نہیں لایا جاتا۔

نقدِ حدیث کی اس تقسیم کی درج ذیل خاکہ سے بآسانی وضاحت ہوتی ہے۔

نقد حدیث

- بلحاظ ہیئت حدیث
  - سند — خارجی نقد
    - سند کتاب
    - سلسلہ رواۃ
  - متن — داخلی نقد
    - ایجابی
    - سلبی
- بلحاظ تعداد رواۃ حدیث
  - متواتر — بالا از تنقید
  - خبر واحد — قابل تنقید
- بلحاظ نفس مضمون
  - نبوی — بعد از تنقید مقبول
  - وضعی — بعد از تنقید مردود

انتہائی باریک بینی اور دور اندیشی پر علوم الحدیث کا کثیر الانواع، مگر منظم و مرتب فن ایجاد کیا گیا ہے، درحقیقت یہ محدثینِ عظام کے نقد حدیث کے لیے قائم کردہ اصول و ضوابط ہیں۔ علوم الحدیث کی سینکڑوں سے متجاوز انواع کا علم، ہزاروں سے متجاوز رواۃِ حدیث کے احوال سے واقفیت، بے شمار کتبِ حدیث میں موجود متفرق متونِ حدیث پر گرفت رکھنے والے محدثین اپنے اپنے ادوار میں سند و متنِ حدیث پر نقد کر کے ہی اس کے متعلق فیصلہ کر پاتے تھے کہ کیا یہ واقعی حدیث نبوی ہے یا نہیں؟

آج ایسے قابلِ احترام و ذی شان محدثین تقریباً "النادر کالمعدوم" کے درجہ میں ہیں۔ لیکن ہر مسلمان کا زندگی کے ہر موڑ پر حدیث نبوی سے تعلق ضرور رہتا ہے۔ اس لیے

بطورِ حدیثِ نبوی سامنے آنے والی عبارت کی حقیقت وحقانیت کے بارے میں قلبی اطمینان کا اولین ولولہ میں ضرور خواہاں ہوتا ہے۔ خالص محدثانہ فنی بحثیں عوام کیا خواص کے بھی بس کی بات نہیں (الا ماشاء اللہ) کیونکہ حصول علم حدیث میں کمی اور عمل میں کجی ظاہر و باہر ہے اور یہ شکوہ آج کی بات نہیں، امام صغانی (۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء) بھی اپنے دور میں یہی گلہ کرتے نظر آتے ہیں۔[1]

حدیثِ نبوی کے بارے میں قدیم وجدید ہر دور کے مسلمان کی یہ خواہش ضرور رہی ہے کہ اس کے پاس چند ایسے درایتی معیار ہوں جن کی مدد سے سند ومتن کی اصولی وفنی بحثوں میں پڑے بغیر حدیث کے بارے میں صحت وضعف یا وضع کا فیصلہ کرنا ممکن ہو۔

امام ابن قیم (۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء) سے جب اس نوعیت کا سوال ہوا کہ کیا نقد سند کے بغیر محض متن پر غور وفکر سے حدیثِ نبوی کی پہچان ممکن ہے؟ تو آپ نے نہ صرف ہاں میں جواب دیا بلکہ اپنی کتاب "المنار المنیف"[2] میں پچاس کے قریب درایتی معیاروں کی نشاندہی فرمادی۔ ان سے پہلے امام صغانی (۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء) اپنی "موضوعات"[3] میں اور ان سے متقدم امام ابن جوزی (۵۹۷ھ/۱۲۰۰ء) "موضوعات"[4] میں اور ان کے پیشرو جوزقانی (۵۴۳ھ/۱۱۴۸ء) "کتاب الاباطیل والمناکیر"[5] میں درایتی معیاروں پر نقدِ حدیث کی راہ اختیار کر چکے ہیں۔ عقلی ودرایتی معیاروں پر نقدِ حدیث کا سلسلہ صحابہ کرام تک جا پہنچتا ہے۔ صحابہ نہ صرف آپس میں بلکہ تحقیق

---

[1] امام صغانی، موضوعات الصغانی، دمشق، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء تحقیق وتخریج: نجم عبدالرحمن ص ۲۴

[2] امام ابن قیم، المنار المنیف، حلب، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء، تحقیق وتخریج: عبدالفتاح ابوغدہ۔

[3] امام صغانی، موضوعات صغانی، ص ۲۸، ۳۹، ۷۰، ۷۱

[4] امام ابن جوزی، موضوعات صغانی (۳-۱) المکتبۃ السلفیۃ المدینۃ المنورۃ، ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء، تقدیم وتحقیق: عبدالرحمن محمد عثمان۔

[5] ابو عبداللہ الحسین بن ابراہیم الجوزقانی، کتاب الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر، بنارس، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء، تحقیق: ڈاکٹر عبدالرحمن عبدالجبار الفریوائی۔

وتصدیق حدیث کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پوچھا کرتے تھے[۱] گویا اس قسم کی خواہش یا کوشش نئی ہے نہ حدیث نبوی سے انکار و فرار ہے (اعاذنا اللہ منہ)

امت مسلمہ کے قابل فخر محسنین یعنی محدثین درایتی معیاروں کو صحت حدیث کی پرکھ کے لیے قدیم سے استعمال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں صحیح حدیث نبوی پر ایک نور ہوتا ہے جسے نور نبوت کا عرفان رکھنے والا فوراً پہچان لیتا ہے کہ یہ حدیث نبوی ہے اور وضعی روایت پر ایک ظلمت چھائی ہوتی ہے۔ اس تاریکی کی بنا پر ایسی عبارت کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر جھوٹ قرار دیا جا سکتا ہے۔

ثقہ تابعی ربیع بن خثیم (۶۳ھ/۶۸۲ء) فرماتے ہیں:

ان من الحدیث	(حدیث نبوی میں) دن جیسی تابانی
حدیثا له ضوء کضوء النهار	ودرخشانی پائی جاتی ہے۔ جس کو آدمی
نعرفه به وان من الحدیث	پہچان لیتا ہے۔ بخلاف ازیں (حدیث
حدیثا له ظلمة کظلمة	موضوع میں) ظلمت شب جیسی ظلمت
اللیل نعرفه بها[۲]	ہوتی ہے جو کسی سے پوشیدہ نہیں رہتی۔

خطیب بغدادی (۴۶۳ھ/۱۰۷۰ء) منافی عقل روایات کی قبولیت سے انکار کرتے ہیں۔ وہ "الکفایۃ" میں لکھتے ہیں:

ولا یقبل خبر الواحد	اگر خبر واحد سے کوئی ایسی بات معلوم ہوتی
فی منافاة حکم العقل[۳]	ہو جو عقل سے ٹکراتی ہو تو وہ قابل قبول نہیں۔

"تاریخ بغداد" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں حدیث نقل کرنے کے بعد اس کے بارے میں یہ فیصلہ دیتے ہیں:

لا یثبت هذا الحدیث	اس سند کے سارے راوی ثقہ ہیں
رجال اسناده کلهم	لیکن (پھر بھی) یہ حدیث ثابت

۱ـ اعظمی، ڈاکٹر محمد مصطفی، منہج النقد عند المحدثین، السعودیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء، ص ۷

۲ـ امام حاکم، معرفۃ علوم الحدیث، مدینہ منورہ، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء، تحقیق: ڈاکٹر سید معظم حسین، ص ۶۲

۳ـ خطیب بغدادی، کتاب الکفایہ فی علم الروایۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء، ص ۴۳۲

ثقات[1] نہیں۔

آپ ثقہ راویوں کی سند پر روایت کی صحت کو موقوف نہیں ٹھہراتے گویا کچھ اور عقلی و درایتی معیاروں کا بھی لحاظ کرتے ہیں۔

ابن عساکر (۵۷۱ھ/۱۱۷۵ء) نے صحیح سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے۔

الحسن بن عبدالواحد	حسن بن عبدالواحد قزوینی حضرت
القزوینی ... عن انس قال	انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ
قال رسول الله صلی الله	صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سرخ گلاب
علیه وسلم خلق الورد	جبرئیل کے پسینے سے، سفید گلاب
الاحمر من عرق جبرئیل	میرے پسینے سے اور زرد گلاب
لیلة المعراج وخلق الورد	برق کے پسینے سے پیدا ہوا ہے۔
الابیض من عرق وخلق	
الورد الاصفر من عرق البرق	

لیکن اس کے بارے میں انھوں نے یہ ردعمل ظاہر کیا ہے:

وهذا حدیث موضوع	یہ موضوع حدیث ہے اسے کسی ایسے
وضعه من لاعلم له ورکبه	شخص نے گھڑا ہے جسے علم حدیث سے کچھ
علی هذا الاسناد الصحیح[2]	واقفیت نہیں۔ اس نے اس پر صحیح سند جوڑ دی ہے۔

صحیح سند کے باوجود وہ اس روایت کو قبول نہیں کرتے۔کیونکہ متن کا درایتی طور پر ناقابل قبول ہونا عیاں ہے۔

ابن جوزی (۵۹۷ھ/۱۲۰۰ء) جو درایتی فکر کے علمبردار ہیں، بڑی وضاحت سے لکھتے ہیں:

الاتری انه لو اجتمع	اگر بہت سے ثقہ راوی متفقہ طور پر
خلق من الثقات فاخبروا	یہ خبر دیں کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے

---

[1] خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، المکتبة السلفیه، ج ۱۲ ص ۳۶

[2] ابن عساکر، تاریخ دمشق، (فوٹو کاپی) ج ۴، ص ۴۶۸

ان الجمل قد دخل فی سم	پار ہو گیا ہے تو بھی ان کی ثقاہت سے
الخیاط لما نفعتنا ثقتہم	کوئی فائدہ نہیں اور اس کی وجہ سے
ولا اثرت فی خبرھم، لانھم	ان کی خبر قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ انھوں
اخبروا بمستحیل، فکل حدیث	نے ایک محال چیز کی خبر دی ہے۔ معلوم
رایتہ یخالف المعقول، او	ہوا کہ ہر وہ حدیث جو خلاف عقل اور
یناقض الاصول، فاعلم انہ	اصول سے متعارض ہو وہ قطعاً موضوع
موضوع فلا تتکلف اعتبارہ	اور ناقابل اعتبار ہے۔
واعلم انہ یجیٔ فی کتابنا	ہماری اس کتاب میں بعض ایسی احادیث
ھذا من الاحادیث ما لا یشك	آئیں گی جن کے موضوع ہونے میں کوئی
فی وضعہ، غیر انہ لا یتعین	شک نہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ انھیں وضع
لنا الواضع من الرواۃ، وقد	کرنے والا کون ہے۔ بسا اوقات تمام
یتفق رجال الحدیث کلھم ثقاۃ	راوی ثقہ ہوتے ہیں لیکن حدیث موضوع
والحدیث موضوع ...»[1]	ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں ایک بڑا جامع درایتی معیار یوں بیان کرتے ہیں کہ:

ان الحدیث المنکر یقشعر لہ	ناقابل قبول حدیث سے طالب
جلد الطالب العلم منہ (وینفر)	حدیث پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، اور
قلبہ فی الغالب ...[2]	دل زیادہ تر اس سے نفرت ہی کرتا ہے

علمائے اصول حدیث کے نامور نمائندہ امام ابن الصلاح (۶۴۳ھ / ۱۲۴۵ء) نے اس فکر کو اصولی طور پر تسلیم کرتے ہوئے اپنی کتاب میں جگہ دی ہے۔

وقد یفھمون الوضع من قرینۃ	بسا اوقات علما نے حدیث راوی
حال الراوی او المروی، فقد وضعت	کا حال جان کر یا روایت دیکھ کر وضع
احادیث طویلۃ یشھد بوضعہ رکاکۃ	کا پتہ لگا لیتے ہیں۔ بہت سی طویل حدیثیں

---

[1] ابن جوزی، کتاب الموضوعات، ج ۱، ص ۱۰۶

[2] ابن جوزی، کتاب الموضوعات، ج ۱، ص ۱۰۳

الفاظها و معانيها [1]	وضع کی گئی ہیں۔ ان کے الفاظ اور معانی کی رکاکت ان کے موضوع ہونے کی گواہی دیتی ہے۔

ابن دقیق العید (۷۰۲ھ / ۱۳۰۲ء) نے دراتی ملکہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

واهل الحديث كثيرًا ما يحكمون بذالك باعتبار امور ترجع الى المروى والفاظ الحديث وحاصله يرجع إلى انه حصلت لهم لكثرة محاولة الفاظ الرسول صلى الله عليه وسلم هيئة نفسانية او ملكة يعرفون بها ما يجوز ان يكون من الفاظ النبى صلى الله عليه وسلم وما لا يجوز ان يكون من الفاظه [2]	علمائے حدیث اکثر اس کا فیصلہ روایت اور الفاظ حدیث سے متعلق بعض امور کو ملحوظ رکھ کر کرتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ الفاظ رسول سے کثرتِ تعلق سے بنا پر ان کو ایسا ملکہ حاصل ہو جاتا ہے جس کے ذریعہ وہ جان لیتے ہیں کہ یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

اکثر مواقع پر حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ ان امور کی بناء پر کیا جاتا ہے جو کہ روایت اور الفاظ حدیث سے متعلق ہیں یعنی سند کی بجائے متن کو زیر بحث لا کر فیصلہ دینے کی فکر بکثرت کارفرما نظر آتی ہے۔

امام ذہبی (۷۴۸ھ / ۱۳۴۷ء) کے بعض فیصلوں میں یہ فکر نمایاں نظر آتی ہے کیونکہ پاکیزگی سند کے باوجود وہ حدیث کے بارے میں مطمئن نظر نہیں آتے اور کہتے ہیں:

وهو مع نظافة سنده منكر جدا فى نفسى منه شيئ [3]	یہ حدیث سند کی صحت کے باوجود بہت زیادہ منکر ہے۔ میرا دل اسے قبول نہیں کرتا۔

---

[1] ابن الصلاح، ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن، مقدمۃ ابن الصلاح، فاروقی کتب خانہ، ملتان، ص ۷۴

[2] تقی الدین بن دقیق العید، الاقتراح فی بیان الاصطلاح وما اضیف الی ذلک من الاحادیث المعدودۃ من الصحاح، مطبعۃ الارشاد، بغداد ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء، دراسۃ وتحقیق: قحطان عبدالرحمٰن الدوری، ص ۲۳۱، ۲۳۲

[3] الذہبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، داراحیاء الکتب العربیہ ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۳ء، ج ۱، ص ۱۶۲، ۱۵۱

اور کبھی وہ کسی حدیث کو ثقہ راویوں پر مشتمل سند کے باوجود قبول نہیں کرتے اور فرماتے ہیں:

رواتہ ثقات و نکارتہ بینۃ [1]	اس کے راوی ثقہ ہیں اس کے باوجود اس کا منکر ہونا واضح ہے۔

امام ابن قیم (۷۵۱ھ/۱۳۵۰ء) نے نقد حدیث کی اس مہارت کا ذکر یوں کیا ہے۔

انما یعلم ذالک من تضلع فی معرفۃ السنن الصحیحۃ، واختلطت بلحمہ ودمہ وصار لہ ملکۃ وصار لہ اختصاص شدید بمعرفۃ السنن والآثار و معرفۃ سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وھدیہ فیما یامر بہ وینھی عنہ ویخبر عنہ ویدعو الیہ ویحبہ ویکرھہ ویشرعہ لامۃ بحیث کانہ مخالط لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کواحد من اصحابہ الکرام، فمثل ھٰذا یعرف من احوالہ وھدیہ وکلامہ ومایجوز ان یخبر بہ ومالا یجوز مالا یعرفہ غیرہ" [2]	ایسا شخص ان کو پہچان سکتا ہے جو سنن صحیحہ سے خوب واقف ہو۔ گویا وہ اس کے گوشت پوست میں داخل ہو چکی ہوں اور معرفت سنن میں اسے خصوصیت حاصل ہو چکی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے اخلاق سے وہ پورا واقف ہو اور جانتا ہو کہ آپ کیا حکم دیتے ہیں اور کس بات سے روکتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے اسے شدید تعلق ہو چکا ہو کہ گویا اسے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی طرح آپ سے مخالطت حاصل ہو چکی ہو تو ایسا شخص آپ کے احوال اور اوامر و نواہی کی خوب پہچان کر سکتا ہے۔

اس ملکہ کی بنا پر اپنی کتب میں احادیث پر حکم لگاتے ہیں مثلاً "من عشق فعف فمات فھو شھید" روایت نقل کرنے کے بعد "زاد المعاد" میں لکھتے ہیں:

---

[1] الذہبی، میزان الاعتدال، ج ۱ ص ۶۲۱

[2] ابن قیم، المنار المنیف، ص ۴۴

"فلوکان اسناد ھٰذا الحدیث کالشمس کان غلطا و وھما"

اگر اس حدیث کی سند سورج کی مانند روشن ہوتی تب بھی وہ غلط اور باطل ہوتی۔

مزید لکھتے ہیں:

ھٰذا الحدیث لا یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یجوز ان یکون من کلامہ[۱ے]

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ یہ آپ کا ارشاد نہیں ہو سکتا۔

اور "روضۃ المحبین" میں اسی حدیث کے بارے میں کہتے ہیں:

وھٰذا حدیث باطل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قطعًا لا یشبہ کلامہ[۲ے]

یہ حدیث قطعی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ آپ کا کلام ایسا نہیں ہو سکتا۔

ابن ملقن (۸۰۴ھ/ ۱۴۰۱ء) بھی داخلی نقد کے قائل ہیں اور اس کی مہارت کے بارے میں فرماتے ہیں:

ثم نھضت الجھابذۃ بکشف عوارھا، و محوعا، و للہ الحمد، (وحصل لھم ملکۃ یعرفون بھا بھا ذلک، کما سئل بعضھم کیف تعرفون ان الشیخ کذّاب؟ فقال إذا روی، لا تأکلوا القرعۃ حتی تذبحوھا، علمت انہ

پھر ماہرینِ فن نے ان کی پوشیدہ کمزوریوں کو نمایاں کرنے کا بیڑا اٹھایا اور الحمد للہ اس میں کامیاب ہوئے انھیں ایسا ملکہ حاصل ہو گیا جس کے ذریعے وہ صحیح اور موضوع احادیث کو پہچان لیتے تھے۔ ایک محدّث سے کسی نے سوال کیا۔ آپ کیسے جان لیتے ہیں کہ فلاں راوی جھوٹا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: جب وہ ایسی حدیث روایت

۱ے ابن قیم، زاد المعاد، المطبعۃ العربیۃ، ج ۳ ص ۱۵۴

۲ے ابن قیم، روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء
تحقیق وتعلیق: الدکتور رسید الجبلی، ص ۱۹۳-۱۹۴

كذب [1]

کرتا ہے "کھیرا نہ کھاؤ جب تک کہ اسے ذبح نہ کرلو" تو ہم جان لیتے ہیں کہ وہ جھوٹا ہے۔

امام بلقینی (۸۰۵ھ/۱۴۰۳ء) داخلی نقد کی صلاحیت کو بڑی عمدہ مثال سے سمجھاتے ہیں:

ان انسانًا لو خدم انسانًا سنين، وعرف ما يحب وما يكره، فجاء انسان ادعى انه يكره شيئًا يعلم ذالك انه يحبه، فبمجرد سماعه إلى تكذيب من قال إنه يكرهه" [2]

اگر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کی چند سال تک خدمت کرے اور اس کی پسند و ناپسند کو جان لے۔ پھر کوئی شخص آکر اس کے بارے میں دعویٰ کرے کہ اسے فلاں چیز ناپسند ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اسے وہ پسند ہے تو وہ اس دعویٰ کو سنتے ہی اسے رد کردے گا۔

ابوالحسن علی الحنبلی (۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء)[3] اپنی کتاب[4] الکواکب میں فرماتے ہیں:

القلب إذا كان نقيًا نظيفًا زاكيًا، كان له تمييز بين الحق والباطل، والصدق

دل اگر صاف اور پاکیزہ ہو تو اسے حق و باطل سچ اور جھوٹ، ہدایت و گمراہی کے درمیان تمیز کرنے کی صلاحیت حاصل

---

[1] ابن الملقن، سراج الدین عمر بن علی بن احمد الانصاری، المقنع فی علوم الحدیث، دار فواز للنشر المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الاحساء، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء، تحقیق و دراسۃ: عبداللہ بن یوسف الجدیع ج ۱ ص ۲۳۹۔

[2] البلقینی، عمر بن رسلان بن نصیر بن صالح الکنانی، محاسن الاصطلاح مع مقدمۃ ابن الصلاح، مطبعۃ دارالکتب، ۱۹۷۴ء، توثیق و تحقیق: د۔ عائشہ عبدالرحمٰن (بنت الشاطی) ص ۲۱۵

[3] ابوالحسن علی بن الحسین بن عروۃ المشرقی ثم الدمشقی الحنبلی (۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء) کے بارے میں دیکھئے: شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی، الضوء اللامع لاہل القرن التاسع، دار مکتبۃ الحیاۃ بیروت، ج ۵ ص ۲۱۴-۲۱۵ (نمبر ۷۲۱) خیر الدین الزرکلی، الاعلام، دار العلم للملایین بیروت، ۱۹۷۹ء، ص ۲۸۱، ایضاح المکنون میں تاریخ وفات ۱۱۱۲ھ درج ہے جو کہ غلط ہے۔

[4] الکواکب الدراری فی ترتیب مسند الامام احمد علی ابواب البخاری، دیکھئے: اسماعیل پاشا بغدادی، ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، مکتبۃ المثنی بغداد، ج ۲، ص ۳۹۰

والكذب، والهدى والضلال، ولاسيما إذا كان قد حصل له إضاءة وذوق من النور النبوي، فانه حينئذ تظهر له خبايا الأمور ودسائس الاشياء، والصحيح من السقيم ولو ركب على متن ألفاظ موضوعة على الرسول إسناد صحيح أو على متن صحيح إسناد ضعيف لميّز ذالك وعرفه وذاق طعمه وميّز بين غثه وسمينه وصحيحه وسقيمه فإن ألفاظ الرسول لاتخفى على عاقل ذاقها، ولهذا قال النبي صلى الله عليه وسلم اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله[1]

ہوجاتی ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب اسے مشکوٰۃ نبوی سے نور اور ذوق حاصل ہو۔ اس صورت میں اس پر مخفی امور، پوشیدہ اشیاء اور صحیح وغیر صحیح میں فرق واضح ہوجاتا ہے۔ اگر موضوع متن حدیث کے ساتھ کوئی صحیح سند یا صحیح متن کے ساتھ ضعیف سند جوڑ دی جائے تو وہ اسے پہچان لیتا ہے اور صحیح و سقیم اور قوی وضعیف کے درمیان فرق کرلیتا ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کسی صاحب عقل پر جو ان کا ذوق رکھتا ہو، مخفی نہیں رہ سکتے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

امام سخاوی (۹۰۲ھ/۱۴۹۶ء) نے ابن دقیق العید کی عبارت بعینہ نقل کرکے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی اس فکر کے قائل ہیں۔[2]

امام سیوطی (۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) رقم طراز ہیں، کہ صحیح سند کے باوجود حدیث ضعیف یا کمزور ہوسکتی ہے۔ ان کے الفاظ ہیں: وكثيرا ما يكون الحديث ضعيفا و

---

[1] قاسمی، محمد جمال الدین، قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء، الطبعۃ الاولی، ص ۱۶۵۔

[2] السخاوی، شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء ج ۱ ص ۲۸۶

والا سناد صحیح مرکب علیہ"[1]

ابن عراق الکنانی (۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء) کے ہاں یہ فکر "تنزیۃ الشریعۃ" میں درج ذیل الفاظ میں دیکھی جا سکتی ہے:

ومنها قرینة فی المروی	(موضوع ہونے کا) ایک قرینہ
لمخالفته لمقتضی العقل	روایت میں یہ ہے کہ وہ خلافِ عقل ہو
بحیث لا یقبل التاویل و	اور اس کی تاویل نہ کی جا سکتی ہو، اس
یلتحق به ما یدفعه الحس	کے مثل یہ ہے کہ وہ حس، مشاہدہ یا عادت
والمشاهدة او العادة [2]	کے خلاف ہو۔

علامہ عبدالحیؒ لکھنوی (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) کے ہاں عقلی معیار پر احادیث کو پرکھنے اور اس معیار پر پوری نہ اترنے والی احادیث کو رد کرنے کی فکر موجود ہے وہ اپنی تائید میں ابن جوزی کا قول نقل کرتے ہیں:

لا یجوز ان یرد الشرع	ممکن نہیں کہ شریعت میں کوئی ایسی بات
بما ینافی مقتضی العقل ولذا	کہی گئی ہو جو خلافِ عقل ہو۔ اسی لیے ابن
قال ابن الجوزی: کل حدیث	الجوزی فرماتے ہیں۔ ہر وہ حدیث جو عقل
رأیته تخالفه العقول ...[3]	سے ٹکراتی ہو ناقابلِ قبول ہے۔

علامہ قاسمی (۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء) فرماتے ہیں کہ داخلی نقد کے لیے پاکیزہ دل اور صاحبِ ملکہ ہونا ضروری ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ کلامِ رسول میں وہ جلالت اور شوکت ہے جو دوسرے لوگوں کے کلام میں نہیں ہوتی" کلام الرسول صلی اللہ علیہ وسلم علیه الجلالة، وفیه فحولة لیست لغیره من الناس"[4]

---

[1] امام سیوطی، تدریب الراوی، دار نشر الکتب الاسلامیہ، ج ۱ ص ۱۴۸

[2] ابن عراق، ابو الحسن علی بن محمد الکنانی، تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الحدیث الشنیعۃ الموضوعۃ، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء ج ۱ ص ۶

[3] ابو الحسنات محمد عبدالحیٔ الکھنوی، ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی، الجامعۃ الاسلامیہ اعظم گڑھ، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء، حققہ وخرج نصوصہ وعلق علیہ: الدکتور تقی الدین الندوی، ص ۴۲۴

[4] قاسمی، قواعد التحدیث، ص ۱۶۷

داخلی نقد کے لیے بنیادی معیاری فرق کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

وقد فرق الله بين	اللہ نے حق اور باطل کے درمیان ان
الحق والباطل باهل النور و	لوگوں کے ذریعے فرق کیا ہے جو نور ایمان
الایمان والنقد العارفین	اور نقد کے حامل ہیں روایات سے واقف
بالنقل، والذائقین کلام	ہیں اور عقلی طور پر ارشادات رسول کا ذوق
الرسول بالعقل [1]	رکھتے ہیں۔

"المغنی عن الحفظ والکتاب" کے مقدمہ میں محمد خضر التونسی نے داخلی نقد حدیث کے لیے محدثین کی توثیق یوں کی ہے :

"لم یقف العلماء عند نقد	علماء نے نقد حدیث کے سلسلے میں
الحدیث من حیث سنده	صرف سند سے بحث نہیں کی ہے بلکہ اس
بل تعدوا الی النظر فی متنه	سے آگے بڑھ کر متن میں بھی غور کیا ہے
فقضوا علی کثیر من الاحادیث	چنانچہ انھوں نے بہت سی ایسی حدیثوں
بالوضع، وان کان سنده	کو موضوع قرار دیا ہے جن کے متون میں
سالما اذا وجدوا فی	ایسی علتیں پائی جاتی تھیں جو انھیں
متونها عللا تقتضی بعدم	ناقابل قبول قرار دیتی تھیں اگرچہ ان کی
قبولها [2]	سندیں صحیح وسالم تھیں۔

صدیوں پر محیط تاریخ علوم حدیث میں سے صدی وار چند ایک حوالہ جات داخلی نقد حدیث کی فکر کا تاریخی تسلسل ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ نیز اس سے محدثین پر جہالت پر مبنی اس اعتراض کا رد بھی ہو جاتا ہے کہ محدثین کے ہاں عقل و درایتی معیار نہیں پائے جاتے "انھوں نے زیادہ زور سند کی چھان بین پر رکھا ہے۔ متن حدیث کی طرف توجہ نہیں دی۔"[3] روایت حدیث میں محدثین نے عقل کو ذرا سا بھی روا نہیں رکھا۔

۱؎ قاسمی، قواعد التحدیث، ص ۱۶۸

۲؎ ابوحفص عمر بن بدر الموصلی، المغنی عن الحفظ والکتابۃ، قاہرہ، ۱۳۴۲ھ، ص ۱۰، مقدمہ از محمد خضر تونسی

۳؎ The Oxford Encyclopedia of the Modern Islamic World. U.S.A. 1995 Vol. 2 P. 86

بس نقل بہ نقل بلکہ مکھی پہ مکھی مارتے چلے گئے۔ حالانکہ یہ عقل محدثین کا ہی کمال ہے کہ حدیث نبوی کے نام پر سامنے آنے والے اصلی ہیرے جواہرات اور وضعی خزف ریزوں کو داخلی معیار کے کڑے اصولوں پر پرکھ کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا ہے اور آج حدیث نبوی کے نام پر کسی جھوٹی یا مشکوک بات کی آپؐ کی طرف نسبت آسان نہیں ہے۔ موضوع اور مشکوک احادیث کے بارے میں شروح حدیث کی تفصیلی فہرست اس کا بین ثبوت ہے۔ موضوع احادیث پر لکھی گئی کتب میں زیادہ تر درایتی معیاروں پر ہی ان احادیث کو رد کیا گیا ہے۔

صحیح حدیث نبوی چونکہ دین ہے[1]۔ اس لیے محدثین نے شک وشبہ سے پاک احادیث امت تک پہنچانے کی غرض سے داخلی نقد کے علاوہ خارجی نقد کی غرض سے سند حدیث پر تنقید کا Scientific System قائم کیا تاکہ بھرپور تیقن حاصل ہو۔

سند اور اس پر نقد کی ضرورت کا احساس بھی عقل محدثین کا ہی کمال ہے کیونکہ ہر حدیث نبوی تو صحیح بات پر مشتمل ہوتی ہے۔ لیکن ہر صحیح بات حدیث نبوی نہیں ہو سکتی۔ اگر اس کو معیار مانا جاتا تو فزکس، کیمسٹری، ریاضی کے اصول وقوانین کے علاوہ دنیا کی ہزارہا صحیح باتیں حدیث ٹھہرتیں۔ اس لیے صحیح بات کے ساتھ بعض محدثین کے نزدیک سند کی شرط لازمی ٹھہرانا بھی عقل کا ہی تقاضا تھا۔

سند سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف عقل کو ہی اگر معیار ٹھہرایا جاتا تو بہت سی موضوع احادیث عین عقل کے مطابق ہونے کے ناطے صحیح قرار پاجاتیں۔ لیکن محدثین نے ہر روایت کے راویوں کا جائزہ لینا بھی ضروری سمجھا اور جھوٹے لوگوں کی عقل کے مطابق، اسلام کی روح کی آئینہ دار اور بظاہر صحیح احادیث کو بھی راویوں کے کذب کی بنا پر موضوع ومردود ٹھہرایا۔ علم الاسناد کی عقلی ضرورت کا بروقت احساس اور اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے اس کی ایجاد ووضع اور زیر بحث لانے پر عظمت محدثین کا جس قدر اعتراف کیا جائے کم ہوگا[2]۔

---

[1] "ان ھذا الحدیث دین" محمد بن سیرین کے اس قول کے لیے دیکھئے: خلدون الاحدب، اسباب اختلاف المحدثین، الدار السعودیہ جدہ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء، ج ۱ ص ۴۳

[2] عبد الفتاح ابو غدۃ کی "الاسناد من الدین" کا تفصیلی مطالعہ اس موضوع پر باعث اطمینان رہے گا۔

سند حدیث کو عام طور پر سراسر نقلی کاوش سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ صحیح حدیث کی شرائط کا سنجیدگی سے جائزہ لیا جائے تو محدثین کے ہاں عقل کے وسیع دخل پر حیرت ہوتی ہے۔ صحیح حدیث کی شرائط میں سے عدل وضبط کی پرکھ، تجربہ اور شہادت عقل ونقل پر مبنی ہے اتصالِ سند کی شرط نقل کی متقاضی ہے عدم شذوذ کی شرط نقلی اور اجتہادی یعنی عقلی ہے۔ عدم علت کی شرط اجتہادی یعنی عقلی ہے۔ ان شرائط کا انتخاب بھی عقلی واجتہادی اور یہ شرائط بھی عقلی واجتہادی ہیں۔ پھر بھی کہا جاتا ہے کہ محدثین کو عقل سے کیا واسطہ.... اللہ ایسی نام نہاد عقل کو عقل محدثین کا عشر عشیر ہی نصیب فرمائے تاکہ عقل کے نام پر بے عقلی کی باتیں نہ کی جائیں اور احادیث کو عقل کے نام پر رد نہ کیا جائے۔ علم حدیث سے نابلد اور عقل سلیم کی نعمت سے محروم لوگ اکثر یہ مشغلہ اپناتے نظر آتے ہیں۔ ایسے نام نہاد اہلِ علم کو امام ابن خزیمہ (۳۱۱ھ/ ۹۲۲ء) کا تیسری چوتھی صدی سے چیلنج موجود ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند سے مروی لیکن باہم متعارض کوئی بھی دو احادیث میرے علم میں نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص ایسی دو احادیث جانتا ہو تو پیش کرے، ان کے درمیان تالیف (تعارض دور) کرتا ہوں۔[۱]

امام شافعی (۲۰۴ھ/۸۱۹ء) کی "اختلاف الحدیث" ابن قتیبہ (۲۷۶ھ/ ۸۸۹ء) کی "تاویل مختلف الحدیث" ابوجعفر طحاوی (۳۲۱ھ/۹۳۳ء) کی "مشکل الآثار" اور ابوبکر محمد بن الحسن بن فورک (۴۰۶ھ/۱۰۱۵ء) کی "مشکل الحدیث" اس فن پر عمدہ کتب ہیں اور ایسے عقلیت زدہ سکالرز کی بھلائی کا وافر مواد رکھتی ہیں۔

کج عقلی کا شکار ہو کر احادیث کو رد کرنے کی بجائے صدیوں سے مسلم اربابِ علم و فضل اور اہلِ عقل وخرد کی تسلیم کردہ روایات کو قبول کرنا دانشمندی کا تقاضا ہے یا یہ کہ انھیں رد کر دیا جائے؟ عقل کے دعوے داروں کو اس عقلی معیار پر بھی سوچنا چاہیے شاید یہ عقلی معیار، عقل میں جگہ پا جائے تو رد حدیث کے فتنہ سے بچ پائیں۔

سند کا اہتمام اور اس پر نقد یعنی خارجی نقد کا منظم سلسلہ سامنے رکھنے کے باوجود، حدیث کی پرکھ میں اس کی حیثیت بہر حال اضافی تھی کیونکہ صرف متن کی پرکھ یعنی داخلی

۱؎ ابن قتیبہ، تاویل مختلف الحدیث، القرہ، ۱۹۸۹ء، ص ۲۵ (ترکی ترجمہ)

نقد کا معیار یہی حدیث کی جانچ پڑتال کے لیے کافی تھا۔ اسی لیے متن کی صحت اور سند کی صحت کو لازم و ملزوم نہیں ٹھہرایا گیا۔ جیسا کہ:

صحة الاسناد لا تقتضي صحة المتن	سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں۔

کا اصول محدثین کے ہاں مسلم ہے۔ علامہ صنعانی نے "توضیح الافکار" میں تفصیلی بحث کے بعد بیان کیا ہے کہ:

والحاصل انه لا تلازم بين الاسناد والمتن إذ قد يصح السند أو يحسن لاستجماع شرائطهما ولا يصح المتن لشذوذ أو علة وقد لا يصح السند ويصح المتن من طريق أخرى[1]	حاصل یہ کہ اسناد اور متن میں کوئی تلازم نہیں ہے۔ بسا اوقات تمام شروط پوری ہونے کی وجہ سے سند صحیح یا حسن ہوتی ہے لیکن متن کسی شذوذ یا علت کی وجہ سے صحیح نہیں ہوتا۔ اسی طرح بسا اوقات سند صحیح نہیں ہوتی لیکن متن کسی دوسری سند سے صحیح ہوتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سند اور متن میں تلازم نہیں ہے۔ کبھی سند شرائطِ صحت کے اجتماع کی وجہ سے صحیح یا حسن ہو سکتی ہے۔ جبکہ متن علت و شذوذ کی بنا پر صحیح نہیں ہو سکتا اور اسی طرح کبھی سند صحیح نہیں ہوگی لیکن متن دوسری روایت (دوسرے طرق) سے صحیح ہو سکتا ہے۔

امام ابن جوزی نے واضح دوٹوک انداز میں فیصلہ دیا ہے۔

قد يكون الاسناد كله ثقات و يكون الحديث موضوعا[2]	بسا اوقات سند کے تمام راوی ثقہ ہوتے ہیں لیکن حدیث موضوع ہوتی ہے۔

امام حاکم ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[1] الصنعانی، محمد بن اسماعیل الامیر، توضیح الافکار، احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۶۶ھ، ج ا ص ۲۳۴: مزید دیکھئے الدکتور مسفر عزم اللہ، مقاییس نقد متون السنۃ، الریاض ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴، ص ۲۲۷-۲۵۲

[2] ابن جوزی، موضوعات، ج ا، ص ۹۹

هٰذا حديث رواته ائمة ثقات — اس حدیث کے تمام راوی ائمہ حدیث اور ثقہ ہیں۔

لیکن طرق کی ساری بحث کے بعد لکھتے ہیں:

فاذا الحديث موضوع [1] — لیکن حدیث موضوع ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے محدثین کے ہاں داخلی نقد کی اہمیت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ کہ وہ خارجی نقد کے ساتھ صحت حدیث کو مشروط نہیں ٹھہراتے۔ بلکہ یہ نقد تو بطور تائید و تاکید ساتھ رکھا ہے۔ امام بخاری، مسلم و دیگر محدثین کے ہاں بھی یہ اصول کار فرما ہے ان کا اپنی کتابوں میں مخالف متن کی حامل روایات کا نقل کرنا[2] اسی قبیل سے نظر آتا ہے۔ دونوں روایتوں کی اسناد صحیح قرار دی جاتی ہیں۔ لیکن ایک روایت کا متن قبول اور دوسری روایت شاذ، مقلوب المتن، مدرج، مضطرب اور معلل جیسی اصطلاحات کے ساتھ ضعیف قرار دے کر حدیث مردود کے زمرے میں داخل کر دی جاتی ہے۔ حقیقت حال یہی ہے کہ دونوں سندیں صحیح ہونے پر بھی صرف ایک صحیح سند سے متن قبول اور دوسری سے مرجوح قرار دیا جاتا ہے۔ اب جس متن کو مرجوح قرار دیا جا رہا ہے اس کی سند تو صحیح ہے۔ لیکن متن قبول نہیں یعنی سند صحیح ہونے کے باوجود متن کا ناقابل قبول ہونا ایسے ائمۃ المحدثین کے ہاں بھی موجود ہے۔ اگرچہ واضح الفاظ میں یہ درایتی انداز بیان تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔

دوسری طرف بعض ایسی تعلیقات بخاری ہیں، جن کا متن امام بخاری کے نزدیک

---

[1] امام حاکم، علوم الحدیث، مدینہ منورہ، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء ص ۱۱۹ - ۱۲۰

[2] صحیح بخاری، کتاب البیوع باب شراء الدواب والحمیر (... باوقیہ) کتاب الشروط باب اذا اشترط البائع (... بوقیہ)؛ صحیح مسلم، کتاب الحج باب، استحباب دخول الکعبۃ للحجاج وغیرہ، والصلوٰۃ فیہا والدعاء فی نواحیہا کلہا (... ثم صلی) (... فدعا ولم یصل)؛ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر باب المبادرۃ بالغزو (... ان لا یصلین احد الظہر الا فی بنی قریظۃ ...) صحیح البخاری، کتاب المغازی باب رجوع النبی من الاحزاب ... (... العصر ...)

صحیح ہے۔ سند صحیح نہ ہونے کی وجہ سے صرف تعلیقاً ذکر کر دیا ہے اور کسی دوسرے مقام پر ان کو سنداً یا موصولاً ذکر نہیں کیا ہے۔ گویا متن حدیث سند صحیح کے بغیر بھی صحیح ہو سکتا ہے اور سند کے بغیر متن کو یوں صحیح قرار دینا داخلی نقد کی بنیاد پر بھی ممکن ہے۔

"فقہ البخاری فی تراجم ابوابہ" پر تو سبھی کو فخر ہے۔ لیکن تعلیقات میں پائی جانے والی اس فکر کو کھلے دل و دماغ سے سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے؟

محدثین کی طرح حدیث نبوی کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کرنے والوں کا فریضہ ہے کہ محدثین کے ہاں سے اس فکر اور اصول کے معیاروں کو لے کر آگے بڑھیں اور دور حاضر کے حدیث نبوی کے بارے میں عقلی شکوک و شبہات، اعتراضات اور الزامات کا سامنا کریں۔ اسنادی کے ساتھ درایتی معیاروں پر دور حاضر کے مسائل کے حل کی غرض سے قائم کردہ عنوانات کے تحت تیار کردہ احادیث کے مجموعے لوگوں تک پہنچائیں۔ تاکہ وہ پیدا شدہ عقلی و فکری الجھنوں سے نجات پا کر حدیث نبوی کو انشراح صدر سے قبول کر پائیں۔

اس سے محدثین کرام کی اسناد کے سلسلہ کی ناقابل تردید کوششوں کا انکار یا بعض مخصوص لوگوں کی طرح تنقیص مطلوب نہیں، اس کے برعکس درایتی پہلو پر ان کی کوششوں کا اعتراف و اقرار اور انھیں مزید اجاگر کرنا مقصود ہے۔ محمد الصباغ فرماتے ہیں:

وانہا لابلغ رد علی اولئک الذین	یہ ان لوگوں پر زبردست رد ہے جو
یدّعون انّ علماء الحدیث	یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ محدثین عظام کو نقد
لم یعرفوا النقد المتن ابداً [۱]	متن کی ذرا خبر نہ تھی۔

مزید برآں ایسے معیاروں پر تنقید حدیث کی بات سنتے ہی اسے انکار حدیث پر محمول نہ کیا جائے۔ بلکہ لوگوں کو علمی، فکری اور تاریخی طور پر آگاہ کیا جائے کہ محدثین نے اس پہلو کو قطعاً نظر انداز نہیں کیا تھا اس کی ضرورت و اہمیت کی بناء پر اسے اولیت دی تھی۔ آج جو درایتی معیاروں اور داخلی نقد کے بہانے انکار حدیث اور تنقیص محدثین کی راہ اختیار کی جاتی ہے۔ یہ تاریخی بے خبری اور حدیث نبوی سے دوری کی بناء پر ہے حقیقت

---

[۱] ملا علی قاری، الموضوعات الکبری، المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل، ص ۱۱، مقدمہ از محمد الصباغ

اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ صدیوں بیشتر محدثین کے ہاں سب کچھ موجود ہے[1]۔ آج کے متجددین اور منکرین حدیث کے باوا آدم گولڈ زیہر[2] اور پھر اس کے اگلے ہوئے نوالے کو چبانے والے غاستون وایت[3]، گلیوم[4]، احمد امین مصری[5] اور برصغیر میں ان کے پیروکاروں کی یہ نئی علمی دریافت نہیں ہے۔ اس حقیقت سے بھی آگاہ رہنا چاہیے کہ آج درایتی معیاروں کے حوالے سے جن صحیح احادیث کو رد کیا جاتا ہے محدثین کرام ان میں سے ہر حدیث کی الگ سے درایتی معیاروں پر قابل قبول تشریح و توضیح کر چکے ہیں اور ایک بھی ایسی متنازعہ حدیث نہیں ہے جس کی عقلی معیاروں پر قبولیت کا سامان تشریحات محدثین میں نہ پایا جاتا ہو تحصیل علم حدیث اور مطالعہ کتب اسلاف کی بجائے علمی رسوخ اور عقلی فراست کی کمی کا ازالہ انکار و فرار کی آسان راہ میں تلاش کرنا، شعار ایمانی یا شیوہ مردانگی نہیں ہے۔

محدثین کے ہاں داخلی نقد اور درایتی ملکہ کے تاریخی ثبوت سے ہر کس و ناکس کے لیے اس مہارت کی راہ نکالنا گنجائش پیدا کرنا طفلانہ ذہنیت یا بچکانہ سوچ ہوگی ہر فن میں ماہر ہی متعلقہ مہارت کا اہل ہوتا ہے۔ اسی طرح حدیث نبوی کی جانچ پڑتال اور پرکھ کے لیے درایتی بصیرت بھی حدیث نبوی سے گہری واقفیت اور انتہائی شغف والے کا ہی نصیب ہے جیسا کہ ڈاکٹر لقمان سلفی نے لکھا ہے :-

---

[1] الدکتور فاروق حمادہ، المنہج الاسلامی فی الجرح والتعدیل، الرباط ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء، ص ۳۸۰۔ الدکتور نور الدین عتر، منہج النقد فی علوم الحدیث، دارالفکر، ص ۴۴۲

[2] گولڈ زیہر کی زہریلی سوچ اور تحقیقی کوتاہی کے لیے دیکھئے: الدکتور محمد طاہر الجوابی، جہود المحدثین فی نقد متن الحدیث النبوی الشریف، تونس، ۱۹۹۱ء ص ۴۵۰-۴۵۳

[3] الدکتور محمد عجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء ص ۲۵۴-۲۵۵

[4] Alfred Guillaunm, The Tradition of Islam (Oxford, 1924) P. 80

الدکتور شرف الدین علی الراجحی، مصطلح الحدیث وأثرہ علی الدرس اللغوی عند العرب، دار النہضۃ العربیۃ بیروت ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۸۸

[5] الجوابی، جہود المحدثین... ص ۴۵۱-۴۵۴؛ مرتب: سید صباح الدین عبد الرحمٰن، اسلام اور مستشرقین، دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، ج ۲ ص ۲۵۲-۲۶۱، مقالہ: علم حدیث اور مستشرقین از ڈاکٹر تقی الدین الندوی۔

"لیکن اس مقام عالی کا اہل ہر وہ شخص نہیں ہے جس نے حدیث سے خوشہ چینی کی ہو اور اس میدان میں ہر کس وناکس کی بات قابلِ تسلیم نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کام بہت اہمیت کا حامل اور نازک ہے اس لیے ہر دعوے دار کو احادیث پر تنقیدی نظر ڈالنے اور وضع پر دلالت کرنے والے اشارات متعین کرنے کی اس وقت تک اجازت نہیں دی جا سکتی جب تک کہ یہ فن اس میں رچ بس نہ گیا ہو۔"

اس عقلی مہارت اور درایتی بصیرت کے حصول پر حدیث ابی اسید الساعدی سے گنجائش ملتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا سمعتم الحدیث تعرفه	جب تم کوئی حدیث سنو اور اس
قلوبکم وتلین له اشعارکم	سے تمہارے دل مانوس ہوں تمہارے
وابشارکم وترون انه	اندر خشوع وخضوع پیدا ہو اور تم اس سے
منکم قریب فانا اولاکم	قربت محسوس کرو تو جان لو کہ وہ میری
به، واذا سمعتم الحدیث	کہی ہوئی بات ہے اور جب تم کوئی
عنی تنکره قلوبکم و	ایسی حدیث سنو جس سے تمہارے
تنفر منه اشعارکم و	دل نامانوس ہوں تمہارے اندر
ابشارکم، وترون انه	اس سے ناگواری پیدا ہو اور تمہیں وہ
منکم بعید، فانا ابعدکم	بات بعید معلوم ہو تو اس کا مطلب یہ ہے
منه"[1]	کہ وہ میری کہی ہوئی بات نہیں۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث ہے:

ما حدثتم منی مما تنکرونه	جب تم سے کوئی ایسی حدیث بیان
فلا تأخذوا به فانی لا اقول	کی جائے جو تمہارے نزدیک ناگوار اور
المنکر ولست من اهله[2]	ناپسندیدہ بات پر مشتمل ہو تو اسے قبول
	نہ کرو اس لیے کہ میں کوئی منکر بات نہیں
	کہتا یہ میری شان نہیں۔

---

[1] مسند احمد، ج ۳ ص ۴۹۷ عن ابی اسید الساعدی، علامہ البانی، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، ج ۲ ص ۳۶۹-۳۷۰۔

[2] ابن عراق، تنزیۃ الشریعۃ، ص ۷

تاہم اس ملکہ کے حصول کے بعد حدیث کی فوری پہچان ممکن ہے، جیسا کہ امام ابن قیم بطریق اویس قرنی دعائیہ کلمات نقل کرنے کے بعد مختلف طریق بیان کرتے ہیں اور آخر میں یوں رقم طراز ہیں :

وهذا امثاله؛ مما لا يرتاب من له ادنى معرفة بالرسول صلى الله عليه وسلم وكلامه انه موضوع مختلق وافك مفرى عليه [۱]

جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ارشادات کے بارے میں مروی کسی بھی معرفت ہو اسے اس طرح کی احادیث کے بارے میں معمولی سا بھی شک نہ ہوگا کہ وہ موضوع اور من گھڑت ہیں۔

وہ مزید فرماتے ہیں :

الاحاديث الموضوعة عليها ظلمة وركاكة ومجازفات باردة تنادى على وضعها واختلاقها على رسول الله صلى الله عليه وسلم [۲]

موضوع احادیث پر تاریکی چھائی ہوئی ہوتی ہے اور ان میں رکاکت پائی جاتی ہے اور ان میں مہمل باتیں ہوتی ہیں جو اعلان کرتی ہیں کہ وہ من گھڑت ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ان کا انتساب صحیح نہیں۔

ڈاکٹر عصام احمد البشیر فرماتے ہیں:

لان لحديث النبي اشراقا ونورا فكل كلام خرج من جودة الفصاحة وبلاغة المعنى وجزالة اللفظ وحسن البيان فليس من مقولة عليه السلام [۳]

حدیث نبوی میں ایک نور ہوتا ہے ہر وہ کلام جو فصاحت وبلاغت الفاظ کی روانی اور حسن بیان سے خارج ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہو سکتا۔

عقلی و درایتی پہچان کے حوالے سے سب سے خوبصورت، مبنی برحقیقت

---

[۱] ابن قیم، المنار المنیف، ص ۴۵

[۲] ابن قیم، المنار المنیف، ص ۵۰

[۳] عصام احمد البشیر، اصول منہج النقد عند اہل الحدیث، (بیروت ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء) ص ۹۷

اور جامع بات ابن جوزی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

فکل حدیث رایتہ یخالف المعقول او یناقض الاصول فاعلم انہ موضوع فلا تتکلف اعتبارہ[1]

ہر وہ حدیث جو عقل سلیم کے منافی اور اصول دینیہ کے متناقض نظر آئے جان لو کہ وہ من گھڑت ہے۔ اس کا بالکل اعتبار نہ کرو۔

---

[1] ابن جوزی، کتاب الموضوعات، ج ۱، ص ۱۰۶

اسلامی نظام معاشرت پر اعتراضات کا مسکت جواب

مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ

مولانا سید جلال الدین عمری

اس کتاب میں اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ پر مخالفین کے اعتراضات کا علمی جائزہ لیا گیا ہے اور بہت مدلل انداز میں ان کا رد کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اسلام کے زیر سایہ عورت کو حاصل حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں مہر نفقہ، تعدد ازدواج، طلاق، نفقہ مطلقہ، خلع، حجاب، وراثت، قصاص، دیت، شہادت، خاندان کی سربراہی اور سیاسی قیادت جیسے موضوعات زیر بحث آئے ہیں۔ مصنف نے بدلائل واضح کیا ہے کہ ان تمام مسائل میں اسلام نے عورت کی مخصوص جسمانی صلاحیت اور طبعی رجحانات و میلانات کی بھرپور رعایت کی ہے اور اس کے حقوق اور ذمہ داریوں میں توازن رکھا ہے۔ تیسرا ایڈیشن۔ صفحات ۲۰۰۔ قیمت ۶۰ روپے

اس کتاب کا انگریزی ترجمہ مرکزی مکتبہ اسلامی نئی دہلی نے The Rights of MUSLIM WOMAN - An Appraisal کے نام سے شائع کیا ہے۔ صفحات: ۲۴۴ قیمت مجلد ۷۰ روپے

اس کا ہندی ترجمہ بھی اشاعت کے مرحلے میں ہے۔

ملنے کے پتے

(۱) ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ۔ ۱

(۲) مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز۔ ابوالفضل انکلیو۔ نئی دہلی۔ ۲۵